کیا لڑکی والے جتنا چاہیں خوشی سے جہیز دے سکتے ہیں؟



مؤلفہ

محمد ساجد رضا قادری رضوی

ناشر

تحریک فیضان لوح و قلم

نام کتاب : تذکرہ گلزار حسینی
مؤلف : محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری
پروف ریڈنگ : محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری
کمپیوزنگ وڈیزائیننگ :
کل صفحات : 13
برقی اشاعت :ڈسمبر 2021ء
ناشر : تحریک،،فیضان لوح و قلم،، جگنا تھ پور، آبادپور، بارسوئی،
: ضلع کٹیہار بہار (الھند)

کیا لڑکی والے جتنا چاہیں خوشی سے جہیز دے سکتے ہیں؟

الحمدللہ علی صلوٰۃ المصطفٰے وعلی آلیہ المجتبیٰ

امابعد

لفظ جہیز دراصل عربی زبان کے لفظ "**جهاز**" سے مصدر ہے، یہ باب تفعیل **جهز يجهز تجهيزا** سے ہے، جس کے معنیٰ سامان تیار کرنا ہے، چاہے وہ کسی بھی کام کے لئے ہوں، لہذا میت ہو یا مسافر، نئی دلہن کے لئے ہو یا گھر کے افراد کے لئے ضرورت کا ساز و سامان۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں قرآن مجید کا ارشاد: وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ۔ (یوسف، 12: 59(اور جب یوسف (علیہ السلام) نے ان(بھائیوں) کا سامان (زاد و متاع) مہیا کر دیا"۔ (کنز الایمان) لیکن ہندوستان میں عرفی طور پر جہیز اس سامان کو کہتے ہیں جو دلہن کو بوقت نکاح ان کے والدین کی جانب سے دیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا والدین اپنی بیٹی کو خوشی سے جتنا چاہیں جہیز دے سکتے

ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی اپنی لاڈلی کو جہیز ہی کے نام پر کیوں بطور تحفہ بھی تو بخوشی اپنی ساری دولت لٹا سکتا ہے،اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے، لیکن ہاں جہیز کو سنت سمجھ کر بنیت ثواب دیناجہالت ونادانی ہے، کیوں کہ اسلام میں جہیز کاکوئی تصوراور حیثیت نہیں ہے،اور اگر ہوتا تو علماء کرام وفقہاء عظام اپنی اپنی کتابوں میں بڑے شدومد سے ضرور بیان کرتے، لیکن نہ تو محدثین کرام نے کوئی باب باندھا،اور نہ ہی فقہاءعظام نے عطر آمیزی کیں، کیونکہ دلہن کے مہر ونفقہ کی تمام تر ذمہ داری مرد ہی پر واجب ہے،نہ کہ عورت پر،اور نفقہ ہی میں جہیز یعنی جائے رہائش،بستر ،پلنگ،تکیہ اور دیگر ضروریات سامان نان شبینہ فراہم کرنا داخل ہے،اگر مرداس کی استطاعت نہیں رکھتے تو نکاح سے رکے رہیں، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

وَلۡيَسۡتَعۡفِفِ الَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغۡنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ.

(النور،24: 33)

"اور ایسے لوگوں کو پاک دامنی اختیار کرنا چاہیے جو نکاح (کی استطاعت) نہیں پاتے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی فرمادے"۔

لہذا معلوم ہوا کہ مکان اور اس کے ساتھ لوازمات مکان کی فراہمی بھی شوہر کے ذمہ واجب ہے، ان چیزوں کی فراہمی پر دلہن یا اس کے سرپرستوں کو مجبور نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ آج کل مروج ہے، کہ لڑکا کچھ کمانے کے قابل نہ بھی ہوں تو شادی کی بات

جیت طئے ہوتے ہی غیر شرعی طور پر صاحب استطاعت ہو جاتا ہے،چونکہ بیوی کے ساتھ ساتھ لاکھوں روپئے اور گھر کے اسباب بنام جہیز سسرال سے جو مل جاتا ہے۔گویا کہ: ؎

سسر کے دم سے ہے تیار بیوی لانے کو

لہذا اگر دلہن کے والدین سے جہیز لیناجائز ہوتا تو قرآن کریم ہر گز نکاح سے رکنے کا فرمان جاری نہ کرتا،اور تاریخ بتاتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے قبل دور جاہلیت میں دلہن کو جہیز دینے کا رسم پورے شباب پر تھا،جیسا کہ امام ابو بکر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے اپنی تصنیف ،،لطائف البساتین،،میں تحریر کیا ہے۔

مدینہ طیبہ کے منافقوں میں سے ایک منافق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے پر طنز کیا اور کہا اے علی آپ تو معدن علم و فضل ہیں اور آپ کا شمار تو شجاعان میں ہوتا ہے، آپ کو بھلا اس نکاح سے کیا حاصل ہوا،اگر آپ نے میری بیٹی سے نکاح کیا ہوتا تو میں آپ کے گھر کے باہر جہیز میں دیئے اونٹوں کی قطار کھڑی ہوتیں،جو میری بیٹی جہیز لے کر آئی ہوتی۔

(بحوالہ دور نبوت میں شادی بیاہ کے رسم ورواج اور پاکستانی معاشرہ؛ص؛129)

لہذا اس زمانے میں بھی امراء تو بآسانی اس لعنت سے نجات پالیتے تھے،لیکن

غرباء کے لئے جہیز کا سامان تیار کرنا وبال جان بن چکا تھا، بغیر ساز وسامان کے لڑکیوں کی شادی نہیں ہوتی تھی، کنواری بیٹھی رہتی تھی، تو شریفوں کو باعث ننگ وعار محسوس ہوتا تھا، بایں سبب اہل عرب اپنی لڑکیوں کو تازیست بٹھائے رکھنے کی بہ نسبت انہیں زندہ درگور کرنے کو ترجیح دیتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے اس کالے کارنامے کو بیان فرمایا ہے، ارشاد ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُم بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ط اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ط اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ☆ (سورہ نحل 58/59)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کے سبب کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا، ارے بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ (کنز الایمان)

صرف عرب ہی میں نہیں بلکہ ہندوستانی، رومانی، یونانی تہذیبوں میں بھی جہیز دینے کی رسم قدیم زمانے سے چلی آرہی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان تہذیبوں میں عورتوں کو وہ عزت وتکریم کا مقام حاصل تھا، اور نہ ہی انہیں بعد نکاح میراث دینے کا رواج تھا، ہندوستان میں عورتوں کو دیوی سمجھ کر ضرور پوجے جاتے تھے، لیکن اس کے

باوجود وہ غلامی اور محکومی کی زندگی سے بری نہ تھی، بلکہ ان کی تقدیس کو تذلیل میں بدل کر جس قدر ان کی مٹی پلید کی گئی وہ کہیں اور نہیں ہوئی،ان کی عزت کو ذلت کی انتہا تک پہنچادیا تھا،ان کا برسرا سٹیج چیر ھرن کرناعام بات تھی،انہیں شوہر کے ساتھ ستی کیاجاتا تھا،لہذا باپ کی جائداد سے حصہ نہ ملنے کے سبب بوقت نکاح ایک موٹی رقم یا جہیز(مال واسباب) دے کر بیٹی کو ہمیشہ کے لئے رخصت کردیا کرتے تھے۔

لہذا رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کو مقام پستی سے اٹھایا،اور ثریا کی بلندی تک پہنچادیا، انہیں زندہ درگور ہونے سے بچایا،سامان تعیش کے تصور سے نجات دلائی، محکومی اور غلامی کی زنجیر سے نجات بخشا،بے سروپا رسوم وروایات کی بھینٹ چڑھنے سے بچایا،انہیں باپ کی دولت سے کوئی میراث نہیں ملتا تھا،حصہ دلایا،وہ جس کے واقعی اورواجبی حقدار تھے،انہیں عطا کیا،حتی کہ تاجدار رسالت رحمت عالم ﷺ نے جنت کو ان کی قدموں کے نیچے رکھ دیا،غرض ان کو اسلام نے جو بلندی اور مقام عطا کی،وہ کسی اور دھرم اور تہذیب نے نہیں دی،اتنا کچھ کرنے کے باوجود پھر کیا وجہ تھی کہ رحمت عالم ﷺ نے نہ تو خود جہیز لیا،اور نہ اپنی صاحبزادیوں کو دیا،کیونکہ نگاہ نبوت کے روز مرہ کامعائینہ تھا،کہ جہیز کے اس جاہلانہ اور قبیح رسم کے نتیجے میں آج انسانیت شرمسار ہے،اگر نبوی اسوہ کا تھوڑا سا بھی شوشہ مل گیا،تو امت اسے نمونہ بنالے گی،اور پھر وہی دور جہالت لوٹ آئے گی،مگر اس کے باوجود امت مسلمہ کے درمیان

جہیز دینے کی لعنت درآئی، لہذا آج اسی رسم جہیز کی وجہ سے سماج ومعاشرہ میں طرح طرح کے مفاسد اور لعنتیں زور پکڑنے لگاہے، جس سے ہر غیور اور حساس انسان بلبلا رہاہے، بلکہ جس جہالت ونادانستگی کی قعر مذلت سے انسان کو رہبر انسانیت ﷺ نے نکالا تھا، پھر اسی کھائی میں پروانہ وار گرتے دیکھائی دیتا ہے۔

دور حاضر میں علی العموم ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت معاشی طور پر بے انتہا پچھڑے پن اور ابتری کا شکار ہے، ان کے ہاتھ میں تجارت کی رسی ہے، نہ ہی سیاست وحکومت کی باگڈور، زمینداری بچی ہے، اور نہ ہی نوکری وملازمت پر مامور ہیں، ان کی زیادہ تر تعداد مزدوروں کی ہیں، جو دیگر بلاد ہند میں رہ کر کسی طرح زندگی کی گاڑی ڈھکیل رہے ہوتے ہیں، لیکن اس کے باوجود شادی بیاہ کے موقع پر رسوم ورواج کے نام سے اودھم مچائے ہوئے ہیں، ناموری اور شہرت طلبی میں پوشیدہ اور ظاہری طور پر اپنی عزت کو بھی نیلام کرنے سے پرہیز نہیں کرتے، نکاح کا انعقاد تو اسلام میں بہت ہی سادہ اور آسان ہے، مگر یاروں نے اسے مشکل بناڈالا ہے، جہیز کو نکاح کا حصہ سمجھ لیا ہے، کہ جہیز نہیں تو نکاح نہیں، علاوہ ازیں طرح طرح کے فضول رسوم وروایات کے پس پشت لاکھوں کروڑوں رقومات واخراجات کی بار، اور مال وزر کے حریص بھیڑیوں کا جہیز کے نام پر ناجائز رقومات کی طلبی نے جہاں پر غریبوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے، وہیں پر بیٹی جو گھر کی رحمت وبرکت تھی ایک بوجھ تصور کرنے والا پھر وہی دور جاہلیت کا سماج تیار

ہونے لگا ہے، بلکہ یہ ایک ناسور بن چکا ہے، جس کے خوف سے کوئی زچہ کو شکم مادر ہی میں طرح طرح کے حیلے اور بہانے سے ماردیتا ہے،اور اگر پیدا ہو بھی جائے، تو ایک بوجھ سمجھ کر اس کی پرورش کی جاتی ہے،اور جب جوان ہوتی ہے،اور باپ جہیز کے لالچی درندوں کی طلب کو پورا نہیں کرپاتا ہے، تو لڑکی کسی عاشق یار کے دام وفریب میں پھنس کر یا تو کسی طرح زندگی بسر کرلیتی ہے یا پھر ان کی زندگی تباہ ہوجاتی ہے،ان میں کوئی خودکشی بھی کرلیتی ہیں،یایوں ہی بیٹھے بیٹھی بوڑھی ہوجاتی ہے، جو کہ باعث ننگ وعار ہے۔

قوم کی اس رذیل حالت کاذمہ دار ہم کسی اور کو نہیں قرار دے سکتے،وہی شخص جب اپنے بیٹے کی شادی کرواتا ہے تو بیٹی کے باپ سے جہیز کے نام پر ان کی وقعت واستطاعت سے زیادہ طلب کرکے قہقہے لگا کر مذاق اڑاتا ہے، لیکن وہی شخص جب اپنی بیٹی کی عقد خوانی کرواتا ہے، تو جہیز کارونارو تا ہے، اور جہیز کے آغاز کرنے والے کو کوستے ہیں، مگر یہ نہیں سوچتے کہ جہیز کے لین دین ہی کو ترک کردیاجائے، جو بیٹی کی شادی کے لئے وبال جان بن گئی ہے، لہذااس حالت کے ذمہ دار ہماری قوم خود ہے۔

اس لئے فی زمانناجہیز کاجوغیر شرعی نظام سماج میں مسلط ہو گیاہے،یعنی استطاعت نہ ہونے کے باوجود بھی بڑھ چڑھ کر صرف جھوٹی عزت اور نام ونمود کے لئے تہبند بنیان بیچ کر عزت گروی رکھ کر جہیز دینا،اوریہ کہنا کہ ہم جہیز خوشی سے دیتے

ہیں، جبکہ ہر این وآن کو معلوم ہے کہ یہ بیٹی کے باپ کی مجبوری ہے، یا انٹر نیشنل فقیر بن کر جہیز طلب کرنا، یعنی خود سے نہ مانگنا، بلکہ دوسروں سے کہلوانا، اور کہنا کہ ہم مانگ تھوڑی رہے ہیں، خوشی سے دے رہے ہیں، ہم لے رہے ہیں، یہ سب صورتیں یقیناً قطعاً نہ صرف شرعی طور پر ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے، بلکہ اخلاقاً بھی معیوب ہے۔

بعض لوگ جہیز کی اس لعنت کے جواز کے لئے دلیل میں یہ حدیث شریف پیش کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے امت کی رہنمائی کے لئے اپنی لخت جگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں جہیز دی تھی، سنن نسائی میں ہے:

عن علی رضی اللہ عنہ قال جھز رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمۃ فی حمیل وقربۃ ووسادۃ حشوھا اذخر۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز تیار کیا ایک چادر، ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ، جس میں اذخر گھاس بھرا ہوا تھا"۔ (سنن نسائی، امام احمد بن شعیب، دارالکتب، العلمیۃ، بیروت لبنان، 1991ء، رقم الحدیث 3386)

لیکن جہیز تیار کرنے کے پس منظر پر ایک نگاہ ڈالتے چلئے، جس سے آپ ﷺ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے جہیز تیار کرنے کی حقیقت واشگاف ہوجائے گی، لہذا امام قسطلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

حضرت فاطمہ سے نکاح کا پیغام دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ میرا گھوڑا اور میری زرہ ہے۔ نبی اکرم نے فرمایا: جہاں تک گھوڑے کا تعلق ہے تو وہ تمہارے لئے ضروری ہے، اور زرہ کو بیچ دو۔ فرماتے ہیں: میں چار سو اسی درہم کے بدلے زرہ بیچی (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ زرہ خرید کر پھر تحفے کے طور پر دے دی اور یہ ان حضرات کے درمیان باہمی محبت کی دلیل ہے۔) فرماتے ہیں: میں یہ رقم لے کر حاضر ہوا اور آپ کے دامن میں ڈال دی، آپ نے اس سے ایک مٹھی بھری اور فرمایا اے بلال! ہمارے لئے اس سے خوشبو خرید لاؤ اور آپ نے حکم دیا کہ حضرت خاتون جنت کے لئے جہیز تیار کریں، چنانچہ آپ کے لئے ایک چارپائی بنائی گئی جو کھجور کے پتوں سے تیار کی گئی تھی، اور ایک تکیہ تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری گئی تھی۔ (مواہب لدنیہ جلد اول ص:258)

معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے جہیز کا سامان خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیسے سے تیار فرمایا تھا، چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی کفالت میں تھے، اس لئے زرہ بیچ کر تمام روپیے حضور اقدس ﷺ کو دے دئے، اور انہیں رقومات سے آقا علیہ السلام نے جہیز یعنی خانگی ضروریات کا سامان تیار فرمایا، نہ کہ آپ اپنی ذاتی رقومات سے، اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام کے عائلی قوانین میں آپ ﷺ نے

جہیز کاکوئی ثبوت نہیں چھوڑا،اور نہ ہی محدثین کرام وفقہائے عظام نے کہیں پر جہیز کاباب باندھاہے۔

اگرایک منٹ کے لئے تسلیم بھی کرلیاجائے کہ آقاکریم ﷺ نے حضرت سیدہ عفیفہ فاطمہ زہرارضی اللہ عنھاکو جہیز کاسامان دیاتھا،توپھر آپ ﷺ کی اور بھی تین صاجزادیاں تھیں، جنہیں نہ تو آپ نے کوئی سامان دیا،اور نہ ہی ان کی کوئی روایات مروی ہوئیں،اگر کہاجائے کہ سابقہ تینوں صاحب زادیوں کو اس لئے جہیز نہیں دیاتھاکہ ان کے خاوند متمول اور غنی تھے،اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غنی نہ تھے، مسکنت و فقرپسند تھے،اس لئے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کانکاح ان سے طئے فرمایاتو ان کوجہیز دیاگیا،توپھربتایاجائے کہ کسی فقرپسندغریب کوبیٹی کے ساتھ جہیز دیناسنت قرارپایانہ کہ کسی غنی ومتمول کوبیٹی دیکرجہیز دینا؟۔

اورآپ کون سی سنت اداکررہے ہیں،آج تک کسی نے اس سنت پر عمل کیا ہے،کہ اپنی بیٹی کسی نہایت غریب شخص کے نکاح میں دیکراس کی اجڑی زندگی کو ہری بھری کی ہے ؟ایسے غرباء کی زندگی میں اگررونق بخشتے ہیں،توجہیز کی اباحت مسلّم ہے،اگر نہیں تو مروجہ جہیز کو سنت کے نام پر ڈھونگ رچانابند کردیاجائے،کیونکہ جس رسم ورواج سے کسی غریب اوران کی بیٹی کی زندگی تباہ وبرباد ہوجائے،ایسے رسم ورواج کااسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لہذا شرعی طور پر جبکہ جہیز ایک لعنت ثابت ہوچکی ہے، تو اس لعنت کو کسی مسلمان کے سر مونڈھنا ہرگز جائز نہیں ہوسکتا، خواہ خوشی سے دیں یا غم میں ڈوب کر، ہر طرح سے حرام ہے۔

فقط والسلام

محمد ساجد رضاقادری رضوی

جگناتھ پور، آبادپور بارسوئی کٹیہار بہار 13/09/2021

مقیم حال؛

کاٹے پلی منڈل کر بگل وایا پٹلم ضلع کاماریڈی تلنگانہ